ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

عصر حاضر میں ابن خلدون کی معاشی فکر سے استفادہ کے امکانات

Possibilities Of Using Ibn Khaldun's Economic Thought In Contemporary Times

Dr Aman Ullah Rathore
Principal/ Associate Professor Islamiat
Govt Graduate College Daska(sialkot)
Ph.D from University of Punjab Lahore In 2012
arqamlahore@yahoo.com

Abstract:

The creator of the universe created the wide and wide universe spread before our grove with his great wisdom and filled its winds, airs, seas and lands with resources of life. Kuziba is He who gave existence to innumerable creatures and arranged their sustenance. He created man and created a good calendar, breathed his soul into him and blessed him and made him his caliph on earth. And if you are doing two or four things successfully, He has subjugated everything on earth and heaven for Him and has invested it in His grace.Today's problems are largely a product of the economic system that has emerged in the Western world over the past several hundred years, which has undergone major changes from time to time. This special form of getting rid of economic problems is called classical economics. It has been the most prominent trend in Western economic thought and continued until the fourth decade of the 20th century, or even half of the 20th century.

خالق کائنات نے اپنی حکمت بالغہ سے ہمارے گرووپیش میں پھیلی ہوئی وسیع وعریض کائنات کو تخلیق فرمایااس کی ہواؤں فضاؤں سمندروں اور زمینوں کو وسائل حیات سے معمور کردیا کہ یہی اس کی صفت رحمت کا تقاضااوراس کی شان ربوبیت کوزیباہے اس نے ان گنت مخلوقات کووجود بخشااان کی رزق رسائی کااہتمام فرمایا۔ اسی نے انسان کوپیدا کیااوراحسن تقویم پیدا کیااس میں اپنی روح پھونکی اوراسے مکرم کیااور زمین میں اپنا خلیفہ بنایا کیسے ممکن تھا کہ ہر مخلوق کے لیے تواس نے باافراط سامان زیست پیدا کیاہو مگراپنی تخلیق کے شہکارانسان کو قلت وکامیابی سے دوچار کررہاہواس نے توزمین وآسمان کی ہر چیز کواس کے لیے مسخر کیاہے اوراسے اس کی فیض رسانی میں لگادیاہے۔آج کل کے مسائل بڑی حدتک اس معاشی نظام کی پیداوارہیں جو دنیائے مغرب میں پچھلے کئی سوسال کے دوران سامنے آئے ہیں جس میں وقتاًفوقتاًبڑے پیمانے پر تبدیلیاں بھی ہوتی رہی ہیں اس نظام نے ایک واضح شکل انیسویں صدی کے وسط سے اختیار کرنی شروع کردی تھی۔معاشی مسائل سے عہدہ برآہونے کی یہ خاص شکل جس کوکلاسکی معاشیات کہاجاتاہے۔یہ مغربی معاشی فکر کاسب سے نمایاں رجحان رہی اور بیسوی صدی کی چوتھی دہائی تک بلکہ بیسویں صدی کے نصف تک جارہی ہے۔

ڈاکٹر محموداحمد غازی لکھتے ہیں ۱۹۲۰ءکے دورسے لے کر مغرب کے مشہورماہر معاشیات لارڈکینز کے خیالات نے معاشی افکارپر معاشی نظریات پراور معاشی تصورات پر بہت اثرڈالا،معاشیات میں بہت تبدیلیاں آئیں اوراس نئی معاشیات کواس نئی مرتب شدہ معاشیات کو نوکلاسیکی معاشیات یاجدید معاشیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس نئی معاشیات کے نتیجے میں جو معاملات نمایاں طورپر سامنے آئے ہیں ان کا تعلق جزوی معاشیات یعنیMicro Ecnomicsسے بھی ہےاور کلی معاشیات یعنی Micro Ecnomicsسے بھی ہے۔

کل معاشیات میں قومی آمدنی ، زر اور اس کی حقیقت داخلی اور خارجی تجارت ، ترقی اور ترقی کا مفہوم اس کی قسمیں منصوبہ بندی آمدنی میں نشیب و فراز Fluctuation،افرادکاراور روزگار تقسیم دولت کے امور شامل ہیں ان تمام میدانوں میں بعض بڑے بڑے اہم مسائل پیداہوئے ہیں جن کے مختلف حل تجویز کیے گئے اسی طرح جزوی معاشیات میں جو مسائل اہم ہیں ان میں تصور قیمت اور نظریہ قیمت صارفین کارویہ،آمدنی اور خرچ میں توازن اوراجرتوں کے مسائل وغیرہ شامل ہیں ایک خاص تصور جو مغربی معیشت میں پیداہواہے جس سے مسلم ماہرین معیشت نے بھی تفصیلی گفتگو کی ہے وہ اشیاء یاخدمات یاوسائل کی اضافی کمی کا معاملہ ہے یہ اضافی کمی Reative Scarcity کہلاتی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو مسائل یااسباب دنیامیں موجود ہیں وہ کم ہیں ان کے مقابلہ میں انسانوں کی ضروریات زیادہ ہیں ان ضروریات کوان محدودوسائل کی موجودگی میں کیسے پورا کیاجائے کیسے سب انسانوں کی ضرورتوں کو پورا کیا جائے۔یہ ایک بہت بڑامسئلہ ہے جوماہرین معیشت کی توجہ کا مرکزرہاہے(1)

معاشی اخلاقی اقدار میں بہتری

انسان کو دیگر انواع حیات سے ممیز کرنے والی چیز اس کی اخلاقی حس ہی ہے۔ طمع و حرص ذاتی مفاد، غصہ اور بقائے نسل وغیرہ کے جذبات کے اعتبار سے انسان اور حیوانات میں کوئی فرق نہیں تاہم حیوانات اچھائی، برائی اور نیک وبد کے شعور سے بے بہرہ ہیں جب کہ انسان اس صفت سے فطری طور پر منصب ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا''([2])

''پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھادی''

انسان اپنی شناخت اور استعداد کے لحاظ سے بے مثل اور ارض وسما کی قوتوں کو مسخر کرنے کی صلاحیتوں سے آراستہ ہے لیکن جو چیز اس کی تسخیرات کو صحیح معنوں میں اس کی ذات اور پوری نوع انسانی کے لیے خیر اور نافع بنا سکتی ہے وہ نور اخلاق ہی ہے یہ نور ایک فرد کی شخصیت میں نمودار ہو کر اس میں صبر ثبات، حوصلہ، نرمی، تحمل، ہمت، شجاعت، جفاکش، حزم واحتیاط معاملہ فہمی ارادہ کی پختگی اور ضبط نفس کے ساتھ ساتھ فیاضی، رحم، انصاف، وسعت قلب و نظر، صداقت، راست بازی، امانت، دیانت، ایفائے عہد، اعتدال عالیہ سے منصب فرد یقیناً معاشرے کا گل سر سبد کہلانے کا مستحق ہے اور ایسے افراد سے مل کر وجود میں آنے والا معاشرہ ہی حقیقی معنوں میں پر سکون، پر امن اور خوشگوار زندگی کی ضمانت بن سکتا ہے اگر معاشرہ اپنا کوئی ارفع نصب العین کرنے اور اسے ایسے باصلاحیت مخلص دیانت دار قائدین میسر آجائیں جن کی عطات اور اور تعمیل احکایت پر افراد دل وجان سے آمادہ ہو جائیں تو اسے لازماً دوسرے معاشروں پر تسلط اور فوقیت حاصل ہو کر رہے گی۔

اسلام محض چند رسومات کا مذہب نہیں بلکہ انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کا ایک مکمل ضابطہ اور دین ہے انسان کی فلاح اس کا مقصود ہے جس کے حصول کے لیے ایک پر سکون مثالی معاشرہ کا قیام ناگزیر ہے یہی وجہ ہے کہ اس نے اخلاقی اقدار کی کار فرمائی کو اپنے نظام حیات میں نمایاں حیثیت واہمیت دی ہے سیاست معاشرت اور ملت کے ہر گوشہ میں ان اخلاقی اقدار کو اساس وبنیاد بنایا ہے مزید برآں ان اخلاقی اقدار کو مستحکم اور غیر متزلزل بنانے کے لیے انھیں توحید خداوندیعنی خالق رضائے الٰہی کے حصول اور آخرت کی جوابدہی سے مضبوط لنگروں سے جوڑ دیا ہے۔

اسلام کے معاشی نظام کی عمارت بھی انہی اخلاقی اقدار پر اُٹھائی گئی ہے معیشت کے دائرہ کار میں کیے جانے والے تمام فیصلوں حتی کہ تکنیکی وتنظیمی نوعیت کے اقدامات میں کار فرماروح یہی اقدار ہی ہیں یہاں صرف وتبادلہ اور تقسیم دولت کا ڈھانچہ اخلاقی اقدار کی بنیاد پر ہی استوار کیا جائے گا اور پیدائش دولت حتی کہ آلات پیدائش کی تخلیق وایجاد اور ان کا استعمال بھی ان اقدار کی عملداری سے عاری نہ ہو سکا اس نظام کے اندر زیادہ سے زیادہ منافع کے حصول کی خاطر بھی کوئی ایسا ذریعہ پیدائش وجود میں نہیں لایا جاسکے گا جو مخلوق کے لیے جسمانی وروحانی یا کسی اور اعتبار سے فرد رساں ہو۔ان اخلاقی اقدار میں اہم ترین مقام تقویٰ مساوات، اخوت، عدل، احسان اور تعاون کو حاصل ہے۔

> آج بھی مسلمان مفکرین امام ابویوسف (۷۳۱-۷۹۸ء)، امام ابو عبدالقاسم بن ملام (۱۵۰-۲۲۴ھ)، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۴-۱۱۷ھ) بمطابق (۱۷۰۲ء تا ۱۷۲۳ء) علامہ ابن حزم، (۹۹۴ء تا ۱۰۶۴ء) اور علامہ ابن خلدون (۷۳۴ھ-۸۰۸ھ) بمطابق (۱۴۰۶ء-۱۳۳۴ء) کے نظریات وافکار سے استفادہ کے امکانات موجود ہیں ان میں بالخصوص ابن خلدون کے افکار سے استفادہ کے کثیر امکانات ممکن ہیں۔ اخلاقی اقدار اور معاشی نظام کے حوالے سے علامہ ابن خلدون کے فکر سے استفادہ کے امکانات بہتر موجود ہیں۔

اخلاقی اقدار سے معاشی ترقی کے واضح اور بہتر امکانات ہو سکتے ہیں۔ابن خلدون فرماتے ہیں مادی طاقت اور خوشحالی انسان کے اخلاق کو بدل دیتی ہے اور یہ اخلاق کی تبدیلی بالآخر مادی طاقت کے زوال کا سبب بنتی ہے اس سے جو قوم دنیا میں زندہ رہنا چاہتی ہے اس کا فرض ہے کہ تہذیب وتمدن صنعت وحرفت کی ترقی کے ساتھ ساتھ اخلاق وسیرت پر بڑی نظر رکھے۔([3])

اکتساب مال

اسلام انسان کی جسمانی زندگی اس کے تقاضوں اور اس کی مادی ضرورتوں کو نظر انداز نہیں کرتا وہ اپنے ماننے والوں کو ترک دنیا یعنی انسانیت کی تعلیم بخش دیتا بلکہ اس کی نفی کرتے ہوئے حضرت محمد ﷺ نے اعلان فرمایا:

''لا رھبا نیۃ فی الاسلام ''([4])

"اسلام میں گوشہ نشینی نہیں"

اس طرح اسلام کے نزدیک انسان میں مستور ممکنہ قوتیں اور خوابیدہ صلاحیتیں اُسی وقت بیدار ہوتی ہیں جب وہ کشمکش حیات اور معاشی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیتا ہے قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں ﷺ بہترین اور منظم انداز میں کسب مال اکتساب دولت اور حصول منفعت کی دعوت وترغیب دی گئی ہے۔

اکتساب مال قرآن کی روشنی میں

اسلام میں مال اور اکتساب مال کو اللہ کا فضل تلاش کرنے کے مترادف کہا گیا ہے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس کا تذکرہ موجود ہے مثلا:

"فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ"(5)

" پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ"

"فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ"(6)

"پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کیا کرو اور اسی کی عبادت کیا کرو اور اسی کا شکر بجالایا کرو، تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے"

اکتساب مال حدیث کی روشنی میں

اسی طرح حدیث رسول ﷺ اکتساب مال کی رعیب دلائی گئی ہے اس ضمن میں آپ ﷺ کے چند ارشادات:

"طلب كسب الحلال فريضة بعد الفر يضة "(7)

"رزق حلال کی تلاش فرض عبادت کے بعد فرئضہ ہے"

"اطلبوا لرزق فی خبا با الارض "(8)

"روزی کو زمین کے پوشیدہ سرمائے میں تلاش کرو"

"از صليتم صلاة الفحر فلا تنا موا عن طلب ارزاقكم "(9)

"جب تم صبح کی نماز ادا کر لو تو اپنے رزق کے لیے جدوجہد کیے بغیر نیند کا نام نہ لو"

گناہوں میں سے بعض ایسے ہیں جنہیں نہ نماز معاف کرائی ہے نہ ہی روزہ، حج اور عمرہ معاف کراتے ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر انہیں کیا معاف کراتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان کا کفارہ صرف طلب معیشت کی فکر اور کاوش ہی سے ہو سکتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہونے کے ناتے انسانی زندگی سے متعلق تمام واجبات دینی و دنیاوی امور کو بھرپور طریقے سے ملحوظ خاطر رکھتا ہے اور کسب معاش اور اکتساب مال کی اہم وجوہ کی نشاندہی کرتا ہے مثلاً

1. اللہ تعالی کی عطا کردہ امانتوں میں سے جسم و جان کی حفاظت لازمی ہے جن کے لیے خوراک لباس اور امکان ضروری ہے جب انسان ان جہتوں میں مطمعین ہو گا تو عبادات جہاد تبلیغ دین دیگر کارِ خیر میں زیادہ لگن یکسوئی دلچسپی اور یگانگت کا مظاہرہ کر سکے گا۔ ظاہر ہے خوراک، مکان اور پوشاک کے لیے اکتساب مال ضروری ہے۔
2. فرد پر اس کے والدین بیوی بچوں، اقارب و دیگر معاشرہ کے جو مالی فرائض ہیں انہیں پورا کرنے کے لیے مال کمانا ضروری ہے۔
3. اگر وہ صاحب ثروت ہے اور اس کا مال نصاب زکوۃ کی حد تک پہنچ جاتا ہے تو اسے زکوۃ ادا کرنا ہو گی۔
4. اگر وہ زمیندار یا مزارع ہے تو زمینی پیداوار پر عشر کی ادائیگی اس پر فرض ہو گی۔
5. بعض گناہوں، خطاؤں اور غلطیوں کا مالی کفارہ ادا کرنے کے لیے کسب مال ضروری ہے۔
6. خود یا والدین کو حج کرانا اکتساب مال کے بغیر ممکن نہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

مذکورہ بالا مرات وہ ہیں جن سے عہدہ برآں ہونے کے لیے مال وزر کی ضرورت پڑتی ہے اسی لیے اسلام نے مال مال اور اکتساب مال کے لیے ٹھوس وجوہات فراہم کی ہیں تاکہ دنیاوی معاملات میں بھی بھرپور حصہ لیا جاسکے۔

اکتساب مال کا طریقہ کار

اسلام جہاں مال کمانے کی اجازت دیتا ہے وہاں فرد کو شترے بے مہار کی طرح کھلا نہیں چھوڑتا کہ جس طرح چاہیے اور جس ذریعہ سے مال آئے اس پر کوئی روک ٹوک نہ ہو بلکہ اس سے واضح حدود متعین کی ہیں جن میں بطریق اولی حلال وحرام مال اور اکتساب مال کے حلال وحرام ذرائع کی نشاندہی کی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّباً وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ"(10)

" اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ، اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

"وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ"(11)

" اوران کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اوران پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں"

مذکوہ بالاآیات قرآنیت کی روشنی میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی روزی کمانے کے لیے حلال طریقے اختیار کرے۔اسے ہر وہ طریقہ اکتساب مال اپنانا چاہیے جو جو ارشادات خداوندی اور ہدایات نبوی کے مطابق ہے حلال کسب مال کی طرف لے جاتا ہے اور اپنے اندر درج ذیل اثرات لیے ہوئے ہے۔

1. اکل حلال سے فرد متقی رحم دل سخی عامل اور پاکدامن ہو جاتا ہے۔
2. اسے سکون قلب نصیب ہوتا ہے۔
3. عبادات میں خشوع خصوع یکسوئی، دلچسپی ولذت اور مزید نیک اعمال کرنے کی رغبت نصیب ہوتی ہے۔
4. کم کمائی میں بھی زیادہ برکت ملتی ہے۔
5. اکتساب مال کے عمل میں کسی کی حق تلفی روانہ رکھنے سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جاتا ہے۔
6. شعبہ تجارت بڑھوتری اور ترقی کی بنا پر معاشی خوشحالی کا موجب بنتا ہے۔
7. اجتماعی طور پر مسلک ہی معاشی اور معاشرتی ترقی ہوتی ہے

اس کے برعکس ہر وہ طریقہ اکتساب مال جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے ضابطوں اصولوں اور طریقوں کے خلاف ہے حرام مال کمانے کی طرف راغب کرتا ہے۔جو شے ناحق طریقے سے لی جائے اور صحیح طریقہ کار کی بجائے ربو، رشوت، جوا، ظلم، غضب دھوکہ، خیانت، اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر ہی موجود ہو جیسا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سڑ کر بو آنا اور امراض جسمانی کا سبب بننا۔

جس طرح حلال مال اپنے اندر خیر وبرکت اور انسانی زندگی پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے اسی طرح حرام مال اپنے اندر منفی مضر اور تباہ کن اثرات لیے ہوئے ہے مثلاً

1. حرام کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی زیادہ مال بھی چٹکیوں میں اڑ جاتا ہے۔
2. حرام کمانے حرام کھانے اور کھلانے سے ذہنی انتشار پیدا ہوتا ہے اور دلی سکون ختم ہو جاتا ہے۔
3. حرام مال سے بنے ہوئے جسم والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔
4. اولاد نافرمان ہو جاتی ہے۔
5. معاشی بدحالی کا دور دورہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

عصر حاضر میں اکتساب مال کے حوالے سے علامہ ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے امکان موجود ہیں زندگی کا دارومدار چونکہ اکتساب مال اور جدوجہد پر ہے ۔(12)

عصر حاضر میں اکتساب مال میں محنت کی جائے تو اس میں ابن خلدون کی اس فکر سے استفادہ کے بہت بہتر امکانات حاصل ہو سکتے ہیں۔آج تو کسی نسل، قبیلے، علاقے، برادری، ملک میں محنتی افراد ہوں تو وہ معاشی ترقی ان کے قدم چومتی ہے اور جہاں لوگ محنت نہیں کرتے اور دن بدن معاشی تنزلی و رپستی کی طرف جارہے ہیں

بخل اور اسراف و تبذیر سے اجتناب

فرد کے لیے صرف مال کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا ہے کہ اتنا خرچ کرے جتنا مناسب اور ضروری ہو اس سلسلہ میں بخل اور کنجوسی سے کام نہ لے اور نہ ہی اسراف و تبذیر کو اپنا شعار بنائے۔ مباحات میں مقدار سے زیادہ خرچ کرنا بھی اسراف ہے۔

قرآن مجید میں بخل و اسراف و تبذیر کی مذمت کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

"وَأَمَّا مَن بَخِلَ وَاسْتَغْنَى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى"(13)

" اور جس نے بخل کیا اور (راہِ حق میں مال خرچ کرنے سے) بے پرواہ رہا اور اس نے (یوں) اچھائی (یعنی دینِ حق اور آخرت) کو جھٹلایا تو ہم عنقریب اسے سختی (یعنی عذاب کی طرف بڑھنے) کے لئے سہولت فراہم کر دیں گے (تاکہ وہ تیزی سے مستحقِ عذاب ٹھہرے) اور اس کا مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا جب وہ ہلاکت (کے گڑھے) میں گرے گا"

اسلام ہر گز یہ پسند نہیں کرتا کہ عیش و عشرت، لباس، شادی، بیاہ، سالگرہ و دیگر تقریبات کے مواقع پر بے بہا صرف دکھاوے یا نام نہاد عزت حاصل کرنے کی غرض سے خرچ کرنا اسراف کے زمرہ میں آتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَكُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚإِنَّهُلَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ (14)

"اے آدم کی اولاد تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیئو اور حد سے نہ نکلو، بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

بخل کی ممانعت کرتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"خصلتان لا تجتمعان فی مومن البخل وسوء الخلق "(15)

دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتی بخل اور بد خلقی"

لغوی اعتبار سے تبذیر کھیتوں میں بیج کا چھٹا لگانا، پانی کو اتنا گندا کر دینا کہ اس کا رنگ تبدیل ہو جائے وغیرہ کے معانی میں مشتمل ہے شرعی لحاظ سے مراد اپنے مال کو حرام اور ناجائز کاموں میں خرچ کرتا ہے، قرآن مجید میں تبذیر کی سخت وعید آئی ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا"(16)

" اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے"

اسراف و تبذ دونوں تھوڑے سے فرق کے ساتھ فضول کے معانی میں استعمال ہوتے ہیں اسراف جائز کاموں میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ تبذیر حرام کاموں میں خرچ کرنے کو کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود تبذیر کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''التبذیر : انفق المال فی غیر حقہ ''([17])

''بے موقع خرچ کرنے کا نام تبذیر ہے''

امام مالک(م ۱۷۹ھ)فرماتے ہیں:

بنی نوع انسان کو بہترین معاشی تعلیمات فراہم کرتے ہوئے اسلام نے جہاں اکتساب مال اور صرف مال کے لیے واضح ہدایت دی ہیں وہاں اسے غربت، پریشانی اور ذہنی بدسکونی سے بچانے کے لیے اعتدال کی راہ دکھائی ہے خصوصی طور پر صرف مال میں میانہ روی کی تعلیم دے کر فرد کے بہتر حال و مستقبل کی ضمانت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں واضح طور پر ارشاد فرماتا ہے:

''ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا''

'' اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ اور نکارہ بن کر بیٹھنا پڑے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا:

''الاقتصاد فی النفقۃ نصف المعیشۃ''([18])

''خرچ میں اعتدال آدھی معیشت ہے''

عصر حاضر میں میانہ روی اختیار کرنے والا شخص کبھی بھی مالی پریشانی کا شکار نہیں ہوتا۔

اسراف و تبذیر یعنی میانہ روی سے اطراف معاشرت میں ظلم واستحصال کا راستہ کھونے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے یہی رقوم اگر ملکی کاموں میں صرف کی جائے تو یقیناً معیشت میں بہتری کا سبب بنیں گی یہ اس صورت میں ممکن جب میانہ روی کو اختیار کیا جائے عصر حاضر میں میانہ روی کے حوالے سے ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے امکانات روشن ہیں۔

ابن خلدون فرماتے ہیں:

خرچ واخراجات میں میانہ روی رکھنی چاہیے۔([19])

بخل سے دوری اگر آمدنی اور خرچ کے متوازن کو قائم رکھا جائے تو آمدن اور خرچ کا معیار ہوگا تو شہر ترقی کرے گا۔ عصر حاضر میں ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے بخل سے دوری اور میانہ روی کو اختیار کیا جائے تو کثیر اچھی معیشت کے امکانات ہو سکتے ہیں۔آج بھی معاشرہ میں بخل اور میانہ روی کو نہ اپنانے والے لوگ شک وحسد، کینا اور ہوس جیسی سماجی بُرائیاں اکثر دنگا فساد قتل اور باہمی عناد کو ہوا دیتی ہیں اسی طرح پورا معاشرہ ندنزمی و بے چینی کا شکار ہو جاتا ہے۔ میانہ روی اختیار کرنے سے بچوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے یہی بچتیں جب سرمایہ کاری پیداوار تجارت وغیرہ میں استعمال ہوتی ہیں تو مجموعی طور پر ملکی معیشت مستحکم اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے ([20])۔

مال ذریعہ ہے منزل نہیں

مال کو انسانی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے اسی طرح یہ نیکی اور بھلائی کے وسائل میں سے ایک وسیلہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اگر یہی مال اسلامی معاشی تعلیمات سے انحراف کرتے ہوئے حاصل کیا جائے تو شر بن جاتا ہے ظاہر ہے کہ نیکی اور بھلائی کے ساتھ حاصل کیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے دنیا میں عزت واحترام کا حصول ہوتا ہے انفرادی نجات کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور معاشی خوشحالی کے اصول کو ممکن بناتا ہے جبکہ اس کے برعکس غیر اسلامی طریقوں سے کمایا ہوا مال بدی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی آخرت میں عذاب، دنیاوی ابتداء اختلاف باہمی عناد اور جنگ وقتال کا باعث بنتا ہے۔

مذکورہ بالا حقیقت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مال ایک ذریعہ ہے اسے انسانی زندگی کا مقصد یا منزل بخش سمجھنا چاہیے قرآن کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ مال کو فضل خدا کہہ کہ اس کی عزت افزائی کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

''فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ''([21])

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

’’ پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور (پھر) اللہ کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ‘‘

اسی طرح فرمان خداوندی ہے:

’’وَتَرَى ٱلْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ‘‘([22])

’’اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے جو پھاڑتے چلے جاتے ہیں تاکہ اکا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ‘‘

کچھ اور مقامات پر قرآن مجید نے مال سے مراد خیر و بھلائی راستہ اور ذریعہ کہا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ:

’’نعم المال الصبائع للمرء الصالع‘‘([23])

کتنا ہی اچھا مال ہے جو کسی نیک انسان کے پاس ہو

مال ذریعہ ہے منزل نہیں کے حوالے سے علامہ ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے اچھے امکانات مرتب ہو سکتے ہیں۔

ہماری کمائی کا روپیہ پیسہ یہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتا آج کسی کے ہاتھ میں ہے تو کل کسی کے ہاتھ میں آج کون امیر اور کل کون امیر ([24])

عصر حاضر میں ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے امکانات بہتر ہو سکتے ہیں آج ہر شخص مال حاصل کرنے کے لیے شب و روز نفسانی خواہشات میں غرق ہے رشتوں کے تقدس اور ادب کے تقاضوں سے دوری حقوق واللہ اور حقوق العباد اور حقوق بالنفس کا پورا نہ کرنا صرف ایک ہی مقصد حیات بنالینا کہ مال چاہے حرام و ناجائز ذرائع سے آرہا ہے آج حکمرانوں سے لے کر رعایا تک احکام بالا سے لے کر مز دو تک اپنی منزل کو بھول چکے ہیں الا ماشاءاللہ عصر حاضر میں تجزیہ کیا جائے تو کرپشن، جوا، چوری، کمیشن، رشوت، دھوکہ، سود وغیرہ دن بدن زیادہ ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے دلی سکون و معاشی ترقی سے دوری ہو رہی ہے ضرورت اس امر کی ہے ضرورت زندگی کو پورا کرنے کے لیے کمائیں حد سے تجاوز نہ کریں اپنی توجہ کا مرکز حقوق اللہ حقوق العباد اور حقوق بالنفس کریں تو پھر معاشی حالت بھی بہتر ہو گی دین اور اچھی دنیا بھی میسر آجائے گی۔

عصر حاضر میں قرآن حدیث کے ساتھ ساتھ مسلم مفکرین کی افکار کو سامنے رکھتے معیشت میں استفادہ حاصل کر سکتے ہیں اور اس کے مثبت امکانات مرتب ہو سکتے ہیں علامہ ابن خلدون نے مقدمہ ابن خلدون میں معیشت کے حوالہ سے وسیع افکار رکھتے ہیں آج ہم معیشت کی بنیادی اور اہم چیزوں کو دیکھیں تو ابن خلدون کے افکار کے بہتر امکانات ہو سکتے ہیں۔

معاشی عدل

معاشی عدل سے مراد صرف و پیدائش اور تقسیم و تبادلہ دولت کے دائرہ میں توازن و تناسب کا پایا جانا ہے تاکہ معاشی سرگرمیاں صحت مند خطوط پر رواں دواں رہیں اور افراد معاشرہ اپنی معاشی ضروریات کی تسکین کا سامان باوقار طریقہ سے حاصل کر سکیں۔

اسلام کے مجوزہ منصوبہ حیات میں معاشی عدل کے قیام کو بڑی اہمیت دی گئی ہے فقر و فاقہ اور اقتصادی بدحالی کو ایمان کے لیے خطرے کی گھنٹی اور رزق، روزی کو اللہ کا فضل قرار دیا گیا اسلام نے انسان کو معاشی خوشحالی اور فلاح سے ہمکنار کرنے کے لیے ایک جامع نظام عطا کیا ہے جس کی روح اور بنیادی قدر عدل ہے معاشی جدوجہد کے ہر میدان میں عدل ہی کو رہنما اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور ظلم و استحصال کی ہر شکل کے سد باب کے لیے اقدامات تجویز کئے گئے ہیں ذیل میں اس کا ایک مختصر خاتم کیا گیا ہے۔

صرف اور عدل

صرف دولت کے باب میں کفایت شعاری اور اقتصاد یعنی میانہ روی کو عدل کے سنہری اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے کفایت شعاری سے مراد جائز حاجات پر جائز حد تک صرف کرنا ہے ارشاد نبوی ہے کہ جس نے صرف میں میانہ روی اختیار کی وہ کبھی تنگ دستی سے دوچار نہیں ہو کفایت شعاری انسان کو بہت سے معاشی، معاشرتی اور ذہنی عوارض سے محفوظ کر دیتی ہے اس سے بچتیں بڑھتی ہیں اور پیداواری عمل کو بہتر کرنے کے لیے وسائل میسر آتے رہتے ہیں۔ اسراف اور تبذیر کی شدت کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے کہ اس سے نہ صرف وسائل کا ذریع ضیاع عمل میں آتا ہے بلکہ وسائل پیداآوری کاموں میں صرف ہونے کے لیے بجائے نام و نموت اور فخر و ریا اور فسق و فجور کی شیطانی راہوں میں بہہ جاتے ہیں انسان خلیفہ اللہ کے مقام بلند سے گر کر اخلاقی پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا پڑتا ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

بخل کی مزمت اور اس پر اللہ رب العزت کی طرف سے عذاب وسزا کی سخت وعید بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے بخل وسائل پیدائش کو ایک جگہ پر روک کر نظام عدل کی پرورش کرنے والے خون کو منجمد کر دیتا ہے جس سے سارا نظام معیشت جمود اور تعطل کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ ذاتی ضروریات کی تسکین کے بعد بچے جانے والے وسائل مستحق حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے خرچ کئے جائیں۔ یہ انفاق نہ صرف خیر وبرکت اور رضائے الہیٰ کے حصول اور غرباء کی پر خلوص دلی دعاؤں کا باعث بنے گا۔ بلکہ اس سے موثر طلب میں اضافہ ہو جانے سے پیداآوری سر گرمیوں میں بہتری کا رجحان بھی پیدا ہو گا

پیدائش دولت اور عدل

پیدائش دولت کے بارے میں عدل کا سنہری اصول رزق حلال کی جد وجہد ذاتی اعراض کے ٹکراو سے معاشرہ کو محفوظ کر دیتی ہے اور انسانی توانائیاں مثبت و مفید تعمیر کاموں پر مرکوز ہو جاتی ہیں جس سے عمل پیدائش تیز اور مفاسد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ معاشرہ کے تمام افراد کو اپنی صلاحیتیں بے کار چھوڑنے کے بجائے مفید پیدا وار کاموں میں صرف کرنی چاہیں گداگری اور کر ہر مشکل معاشرہ کے توازن کو خراب کر دیتی ہے۔ اکتساب مال (مال کمانے) کے تمام حرام ذرائع کی سختی سے ممانعت کر دی گئی ہے منشیات سود، جوا، رشوت، چوری، ذخیرہ اندوزی، فحش اور بُرے اخلاقی اشیاء کی پیدائش وفروخت، قحبہ گری، صحت فروشی، ناچ گانا اور اس طرح کی سر گرمیوں کے ذرائع روزی کمانا حرام قرار دے دیا گیا ہے کہ اس سے ان گنت معاشی، معاشرتی اور اخلاقی مقاصد جنم لیتے اور معاشرے کے حسن وسلوک کو تہہ بالا کر دیتے ہیں۔ فر اور غرر جبر واکراہ اور غلامی وبے گار کے ذریعہ کمانے کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے کہ اس سے نہ صرف انسانی شرف پر دھبہ لگتا ہے بلکہ معاشی سر گرمیوں کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے۔

تقسیم دولت اور عدل

تقسیم دولت کے باب میں عدل کی کار فرمائی معاشی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت رکھتی ہے عاملین پیدائش کے معاوضوں کے تعین میں پائی جانے والی ناانصافی اور ارتکاز دولت کے عمل نے معاشی ترقی کے ثمرات کو ایک مخصوص طبقہ تک محدود کر کے رکھ دیا ہے اور امارات کے پہلو گھمبیر غرت کا اندھیرہ پیدا کر دیا ہے اسلامی نظام معیشت میں تقسیم دولت کو عادلانہ بنیادوں کو استوار کرنے پر بڑی توجہ دی گئی ہے۔ عاملین کی پیدائش کو ان کی خدمات کا منصفانہ معاوضہ دینے پر زور دیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بالخصوص مزدوروں کے حقوق کا تحفظ کیا گیا ہے اور لازم قرار دیا گیا ہے کہ معاوضوں کی ادائیگی بلاتاخیر اور طے شدہ شرائط کے مطابق ہو۔ معاوضوں کی ادائیگی کو محنت اور خطہ کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے بغیر معاوضہ پر کسی کے حق کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس سے ظلم وجبر اور دھوکہ فریب کے ذریعہ دولت سمیٹنے کے راستے صدود ہو جاتے ہیں۔ اور تقسیم دولت کا نظام خلل اور فساد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ارتکاز دولت کو سخت نہ پسند کیا گیا ہے اور اس کا سد باب کرنے کے لیے موثر اقدامات کئے گئے ہیں حرام ذرائع آمدن کی ممانعت بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جائز حدود کے اندر معاشی جدوجہد کے نتیجہ میں آمدنیوں میں پیدا ہو جانے والے مال کو کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ عیاشانہ ومسرفانہ طرز زندگی کی مذمت اور ذاتی ضروریات سے زاہد مال حاجت مندوں کو دے دینے کی تلقین تقسیم دولت کے نظام کو منصفانہ بنانے کے فکر کا ہی نتیجہ ہے۔ رضاکارانہ انفاق فی سبیل اللہ کے فروغ کے ساتھ ساتھ زکوۃ کا قانونی نظام قائم کیا گیا ہے تاکہ دولت امراد سے لے کر غربہ کو منتقل کی جاسکے۔ زکوۃ وصدقات کے علاوہ بھی ریاست کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ خصوصی اقدامات کے ذریعہ اصحاب ثروت سے ان کے زائد دولت لے کر ناداروں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کا بندوبست کرے۔ گردش دولت کو بڑھانے کے لیے موثر اقدامات کئے گئے ہیں۔ بخل اور زر اندوزی کی مذمت تقسیم دولت کی ناہمواریوں کو روکنے کی ایک اہم وجہ ہے انفاق العفو، یعنی ضرورت سے زاہد مال کو خرچ کر دینے کی تلقین اور فضیلت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

تبادلہ دولت اور عدل

تبادلہ دولت کے سلسلہ میں اسلام نے عدل کے اصول کو بڑی اہمیت دی ہے ارشاد باری ہے:

”وَيَا قَوْمِ أَوْفُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ“(25)

” اور اے میری قوم! تم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور فساد کرنے والے بن کر ملک میں تباہی مت مچاتے پھرو“

اشیاءاور خدمات کے لین دین میں خریدنے والے اور بیچنے والے کی باہمی رضامندی کو بنیادی اصول قرار دیا ہے اور کاروبار کی ان تمام شکلوں کی ممانعت کردی ہے جو ظلم اور جبر پر مبنی ہوں جن سے فریقین کے درمیان تنازعات پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو جن میں سود اور قمار بازی سے مشابہت پائی جاتی ہو جن میں دھوکہ اور فریب سے کام لیا گیا ہو یا جن میں ایک فریق کے نقصان پر دوسرے کو منافع کی بنیاد رکھی گئی ہو

ریاست کی معاشی ذمہ داریاں اور عدل

ریاست کے قیام کی بنیادی وجہ قیام عدل ہی ہے اسلامی ریاست کو اس سلسلہ میں نہایت اہم ذمہ داریاں دی گئی ہیں ان میں معاشی میدان میں عدل کی فضاء قائم کرنا بھی شامل ہے۔

1. ریاست بلاامتیاز عام شہریوں کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ دار ہے۔
2. ریاست کے لیے لازمی ہے کہ وہ تمام شہریوں کو معاشی جدوجہد کے یکساں موقع مہیا کرے۔
3. معاش ذمہ داریوں اور مخصوص مفادات کا سدباب کرے۔
4. آجر اور اجیر (مزدور) تعلقات کو مساویانہ بنیادوں پر استوار کرنے اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے اقدمات کرے۔
5. محصولات کی وصولی اور سرکاری اخراجات میں اصول عدل کو پیش نظر رکھتے ہوئے محصولات کا زیادہ بوجھ امراء پر ڈالے اور اخراجات سے معاشی لحاظ سے کمزور افراد کی حالت بہتر بنانے کا اہتمام کرے۔

معیشت میں عدل کا کردار

ابن خلدون کے ذکر کے اثرات یہ ہیں کہ :

معیشت میں عدل کا کردار کے حوالے سے اگر معیشت میں عدل ہو گا تو اس کے بہتر امکانات ہو سکتے ہیں۔

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں :

لوگوں کی بقا مال سے ہے اور مال و دولت ملک کی آبادی اور رونق سے حاصل ہوتا ہے اور آبادی عدل وانصاف کے اصولوں سے قائم رہ سکتی ہے عصر حاضر میں حرام وحلال کمانے کی تمیز ختم ہو رہی ہے انسان کو دیگر انواع حیات سے ممیز کرنے والی بنیادی چیز اس کی اخلاقی حس ہی ہے حرص ذاتی مفاد اور بقائے نسل وغیرہ اسلام کے معاشی نظام کی عمارت یعنی اخلاقی اقدار پر اٹھائی گئی ہے۔ معیشت کے دائرہ کار میں کئے جانے والے تمام فیصلوں جن میں تنظمی نوعیت کے اقدامات میں کارفرما روح یہی اقدار ہی ہیں اخلاقی اقدار میں اہم ترین مقام تقوی مساوات اخوت عدل احسان اور تعاون کو حاصل ہے۔

زراعت، تجارت اور صنعت میں استفادہ کے امکانات

عصر حاضر میں معیشت کی بہت زیادہ اہمیت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح انسان کی ابتدائی تاریخ کو پتھر اور دھات کے زمانے میں تقسیم کیا جاتا ہے اسی طرح آج کا دور معیشت کا دور بلکہ نظام ہائے معیشت کی کشمکش کا دور ہے اور صنعتی اور سائنسی ترقی نے اس کشمکش کو تندو تیز کر دیا ہے اس علم کا تعلق ہماری روزمرہ زندگی سے ہے ایک کامیاب شہری بننے کے لیے اس علم کی آگاہی ضروری ہے اس علم کے مطالعہ سے صنعت و حرفت اور تجارت کے معاملات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے ٹیکسوں کے نظام کو سمجھنے کے لیے بھی اس کا مطالعہ ضروری ہے معاشرہ میں منصفانہ تقسیم دولت کے لیے اسلامی معاشیات ناگزیر ہے۔ آمدنی اور خرچ میں توازن قائم رکھنے کے لیے اسلامی معاشیات کا مطالعہ مفید ہے۔ عصر حاضر میں مسلم مفکرین میں سے ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے اچھے امکانات موجود ہیں چند ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے امکانات یہ ہیں۔

معیشت میں زراعت کا کردار

انسانی حیات کے متعدد شعبہ جات ہیں ان میں سے اہم شعبہ زراعت ہے جس کا آغاز ہی سے انسان کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے زراعت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی اس روئے زمین پر انسان کو اسلام میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھا گیا ہے۔ حیات انسانی میں سب سے پہلے انسان حضرت آدم سے ان کے بارے میں حدیث نبوی ہے۔

"احد تک عن آدم انہ کان حراثا"(26)

" میں تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں بتاتا ہوں کہ وہ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے"

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

حضرت ابراہیم بھی زراعت کے پیشے سے منسلک تھے آپ نے حضور نبی اکرم کا ارشاد ہے:

"واحد ثک عن ابراہیم انہ کان عبدزرالما"(27)

"اور میں تمہیں حضرت ابراہیم کے بارے میں بتاتا ہوں کہ وہ کاشتکاری کیا کرتے تھے"

حضور ﷺ نے خود اپنی زندگی میں ایک مقام پر کاشتکاری کی علامہ سرخی (م ۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء) نقل کرتے ہیں:

"وازدرع رسول اللہ بالجرف"(28)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کاشتکاری کی ہے"

ابن خلدون کے زراعت کے حوالے سے فکر کے اثرات کے امکانات یہ ہیں کہ زراعت کے تمام ذرائع معاش پر فوقیت حاصل ہے عصر حاضر میں اگر زراعت پر بہتر طریقے سے توجہ دی جائے تو اس کے بہتر امکانات ہو سکتے ہیں۔

ابن خلدون فرماتے ہیں:

زراعت بے شک طبعی ذریعہ معاش ہے زراعت کو تمام ذرائع معاش پر تقدم و فوقیت حاصل ہے کیونکہ وہ ٹھیٹ فطری و طبعی ہے اسی سبب سے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ انہیں سب سے پہلے اس کو سکھایا اور اس پر کام کیا گیا گویا اس واقعہ سے صاف اشارہ ہے کہ زراعت کو دیگر ذرائع معاش پر برتری حاصل ہے۔اور طبعیت کے ساتھ زیادہ موزوں و مناسب ہے۔(29)

آج کل اگر ہمارے جیسا وطن پاکستان معیشت کی دلدل میں جا رہا ہے اس کا ایک بہترین حل یہ ہے کہ پاکستان کی زراعت کو اہمیت حکومتی سطح پر دی جائے کاشتکار کو آسان قرضے دیے جائیں اور اچھے بیج کی فراہمی اور کھاد وغیرہ پر سب سڈی دی جائے مناسب قیمت پر کسان سے اجناس خریدی جائے اور بروقت رقم ادا کی جائے۔

قرآن مجید میں اہمیت زراعت

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر زمین اور کاشتکاری کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

"وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُواْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ"(30)

" اور (اس نے) بار برداری کرنے والے (بلند قامت) چوپائے اور زمین پر (ذبح کے لئے یا چھوٹے قد کے باعث) بچھنے والے (مویشی پیدا فرمائے)، تم اس (رزق) میں سے (بھی بطریقِ ذبح) کھایا کرو جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے اور شیطان کے راستوں پر نہ چلا کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے"

"يُنبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ"(31)

احادیث نبی ﷺ میں اہمیت زراعت

ذیل میں زراعت و مزاعت کے بارے میں چند احادیث بیان کی جاتی ہیں:

"مامن رجل یفرس الاکتب اللہ لہ من الا جر قدما یخرج من غرذلک الفرس "(32)

"جس شخص نے کوئی درخت لگایا تو اللہ رب العزت اس درخت سے حاصل ہونے والے پھل کی مقدار کے برابر اس کے لیے اجر لکھ دیتا ہے۔"

"لا تفطعن شجرً مثمرا "(33)

"پھل دار درختوں کو ہر گز نہ کاٹنا"

"اطلبو الرزق فی خیایا الارض "(34)

"رزق کو زمین کی تہائیوں میں تلاش کرو"

اگر فوجی نقل و حمل سے کسی فصل کو نقصان پہنچتا تو اس کی ادائیگی بیت المال سے کی جاتی تھی اس ضمن میں امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ایک روایت نقل کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"انی عمر رجل فقال یا امیر المومنین زرعت زرعا فمر بہ جیش من اھل الشام فافسدوہ قال : فعوضہ عشرہ آلاف "(35)

"ایک کاشتکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے امیر المومنین میں نے کھیتی بوئی تھی شام والوں کا ایک لشکر وہاں سے گزرا اور اس کھیتی کو پامال کر دیا"

روائی کہتا ہے کہ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے دس ہزار درہم بطور معاوضہ دلوائے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں عراق، شام اور مصر کی فتوحات کے بعد زرعی اصلاحات عصر حاضر میں کوئی بھی ذی شعور زراعت کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کر سکتا تمام اقوام کی تاریخ میں یہ حقیقت مشترکہ ہے کہ کوئی بھی ملک زراعت کو ترقی دیے بغیر ترقی اور خوشحالی کی مثال کو نہیں چھو سکتا اس طرح کسی بھی ملک میں زراعت اور کاشتکار ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہوتے ہیں دونوں کی ترقی و خوشحالی ملکی معاشی ترقی و خوشحالی کی ضامن ہوتی ہے زراعت سے صنعت و تجارت کو خام مال دستیاب ہوتا ہے اس طرح صنعت و تجارت کی ترقی کے لیے بھی زراعت بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں نے زراعت کے شعبہ کو نظر انداز کیا وہ خاطر خواہ ترقی نہ کر سکیں بلکہ تنزل بدحال بھوک اور بدامنی کا شکار رہیں۔

حجۃ اللہ البالغۃ کی نظر میں زراعت

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں:

"فانھم ان کان اکثر ھم مکتبین بالصاعات والسیا سیۃ البلن و القلیل منھم مکتبین بالر عی واتر ر اعۃ فسد حالھم فی الدنیا ۔"(36)

"اگر کسی شہر کے باشندے نے کثرت کے ساتھ صنعتوں اور ملکی سیاست میں مشغول ہو جائیں اور ان میں سے بہت تھوڑے لوگ چرانے اور زراعت کے پیشہ سے منسلک ہوں تو دنیا میں سے بہت تھوڑے لوگ مویشی چرانے اور زراعت کے پیشہ سے منسلک ہوں دنیا میں ان کی حالت خراب ہو جائے گی"

علامہ عبدالرحمٰن الجزیری کے نزدیک زراعت فرض کفایہ ہے:

"اما الزرع فی ذانۃ سواء کان مشارکہ اولا فھو فرض کفایۃ لا حتیاج الا نسان والحیوان الیہ"(37)

ابن خلدون کے زراعت کے حوالے سے فکر کے اثرات کے امکانات یہ ہیں کہ زراعت کو عام ذرائع معاش پر فوقیت حاصل ہو عصر حاضر میں اگر زراعت پر بہتر طور پر توجہ دی جائے تو اس کے بہتر اثرات ہوں گے ابن خلدون فرماتے ہیں:

زراعت بے شک طبعی ذریعہ معاش ہے زراعت کو تمام ذرائع معاش پر تقدم و فوقیت حاصل ہے کیونکہ وہ ٹھیٹ فطری و طبعی ہے اسی سبب سے حضرت آدم علیہ السلام کی منصوب کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے ان کو سکھایا اور اس پر کام کیا گویا اس واقعہ سے ساف اشارہ ہے کہ زراعت کو دیگر وجوہ معاش پر برتری حاصل ہے اور طبعت کے ساتھ زیادہ موزوں مناسب ہے(38)

آج کل اگر ہمارے جیسا وطن پاکستان معیشت کی دلدل میں دھنسا جا رہا ہے اس کا ایک بہترین حل یہ ہے کہ پاکستان کی زراعت کو اہمیت حکومتی سطح پر دی جائے۔اور کاشتکار کو آسان قرضے اور اچھے بیج کی فراہمی اور کھاد وغیرہ پر سب سٹی دی جائے مناسب قیمت پر کسان سے اجناس خریدی جائے اور بر وقت رقم ادا کی جائے۔

معیشت و تجارت میں ریاست کا کردار

ریاست میں معیشت و تجارت کے معاملات عام طور پر ریاست اور حکومت کی مداخلت سے آزاد رہتے ہیں ریاست کو براہ راست مداخلت کے اختیارات بعض خاص اور انتہائی صورتوں میں ہیں عموماً اسلام کی تعلیم کا رجحان یہ ہے کہ بازار، معیشت اور تجارت کی قوتیں اور محرکات از خود آزادانہ اور منصفانہ انداز میں کام کرتے ہیں تو ریاست کو مداخلت کی ضرورت نہیں پڑنی چاہیے البتہ ریاست کا کام ہے یہ کہ وہ تجارت و معیشت کے لیے سہولتیں فراہم کرے اس بات کو یقینی بنائے کہ شریعت کے قوانین اور ریاست کے احکام پر عمل ہو رہا ہے۔

اسلامی ریاست کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ معاشرے میں ایسے لوگ موثر نہ ہونے پائیں جو قوانین اور احکام کو نظر انداز کر کے اپنے ذاتی مفاد کے لے بازار کے رجحانات کو خراب کر رہے ہوں اس طرح ریاست عوام الناس کو سہولتیں فراہم کرے گی اور تاجروں اور معیشت سے وابستہ حضرات کو قانونی پالیسی اور انتظامی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

سہولتوں کے ذریعے وہ تمام اسباب فراہم کرے گی جو تجات اور معیشت کی آزادانہ کارکردگی کے لیے ناگزیر ہوں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ معاشی سرگرمی کی نگرانی ریگولیٹری میں فریم ورک، پیشوں کی تنظیم اور ضابطہ بندی انفرادی ملکیت کو شریعت کی حدود کے اندر رکھنے کے لیے کنٹرول، احیائے موات کا مناسب بندوبست اور فرض کفایہ ہے کے باب میں ذمہ داریوں کو انجام دیں یہ تمام معاملات ریاست کی ذمہ داری میں شامل ہیں۔

شریعت کو واضح نصوص کی روسے نرخ بندی یعنی قیمتوں کی پیشگی ریاست کو نہیں کرنا چاہیے عام حالات میں ریاست کو نرخ بندی کے ذریعے بازار کو کنٹرول کرنے کی پالیسی اختیار نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اگر ریاست یہ محسوس کرلے کہ بازار میں کچھ عناصر غیر ضروری طور پر قیمتوں میں اضافے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے زیادہ منافع خوری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے بازار کے نرخ کو خراب کر رہے ہیں تو پھر ریاست کو بطور نگران اور ریگولیٹر کے مداخلت کرنے کا اختیار ہے۔ ان حالات میں ریاست کو اپنے اقدامات کرنے کی اجازت ہے جو قیمتوں کو معقول سطح پر رکھنے میں مدد دیں تاکہ تمام متعلقہ طبقات کے حقوق وانصاف کے ساتھ فراہم کیے جاسکیں۔

ریاست کی ذمہ داریوں کے باب میں فرائض کفایہ کہ بہتر اہمیت ہے فرائض کفایہ سے مراد وہ فرائض ہیں جو حثیت مجموعی طور پر پوری امت مسلمہ کے ذمے ہیں اگر امت مسلمہ میں سے کچھ لوگ ان فرائض کو بطریقہ احسن انجام دے رہے ہوں مناسب اور کافی انداز میں ان کی انجام دہی ہو رہی ہو تو عام مسلمان ان ذمہ داریوں سے آندمہ ہو جاتے ہیں لیکن اگر کچھ حضرات اس کام کے لیے آگے نہ بڑھیں یا کچھ لوگ آگے بڑھیں لیکن وہ موثر اور کافی انداز میں مطلوبہ معیار کے مطابق ان فرائض کو انجام نہ دے پا رہے ہوں تو پھر پوری امت مسلمہ اس کوتاہی کی ذمہ دار اور اس کوتاہی کی حد تک گنہگار ہو گی۔

امت مسلمہ کے ارکان کی تعداد ظاہر ہے کہ ہر دور میں بہت رہی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا رہا ہے اس وقت بھی ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا اس لیے امت مسلمہ کو ہمیشہ اس بات کی ضرورت ہے کہ اس کی طرف سے کوئی ادارہ یا ریاست ان فرائض کو انجام دینے کا بندوبست کرے ریاست کی عدم موجودگی یا عدم دلچسپی کی صورت میں معاشرہ کے نمایاں افراد یا شہری تنظیموں کو یا جن کو آج کل سول سوسائٹی کہا جاتا ہے یہ ذمہ داری انجام دینی چاہیے اس طرح کی تنظیمیں ان فرائض کی انجام دہی کا اہتمام کریں، تاکہ ذمہ داری سب سے زیادہ ریاست کی ہے ریاست کو ایسے ادارے قائم کرنے چاہیے جو امت مسلمہ کو فرائض کفایہ کی انجام دہی میں مدد دیں اور ان تمام معاملات میں جو فرائض کفایہ کی نوعیت رکھتے ہیں ان فرائض کے علاوہ آج تک دور جدید میں جس کو اقتصاد کلی کہا جاتا ہے کلی معاشیات یا MACRO ECNOMCS اس کے تقاضوں کی تکمیل میں ریاست کا کردار بنیادی ہوتا ہے چونکہ آج کل معروف یہ ہے کہ جس کی تائید تجربے نے بھی کی ہے عقل اور منطق نے بھی کی ہے اور یہ چیز شریعت کے احکام سے متعارف نہیں ہے اس لیے شرعا اس کو اختیار کرنا مستحسن ہے کہ MACRO ECNOMCS معاملات میں ریاست کا کردار بنیادی ہو یہ کام ریاست ہی کر سکتی ہے کہ پورے ملک کی معیشت کا اندازہ کرنے کے لیے جن محرکات کا جائزہ لینا چاہیے جن اسباب وعوامل کو ترقی دینی چاہیے جن اسباب وعوامل کو کنٹرول کرنا چاہیے یہ کام ریاست ہی کر سکتی ہے معاشرے میں اگر بے روزگاری پھیل رہی ہے جو آج کل کا ایک بڑا اہم مسئلہ بن گیا ہے تو بے روزگاری ختم کرنے کے لیے بنیادی کردار ریاست ہی ادا کر سکتی ہے افراد یا اداروں کا کردار بے روزگاری کے معاملے میں ظاہر ہے کہ محدود ہو گا۔(39)

عصر حاضر میں مالیاتی اور نقدی پالیسی ریاست ہی طے کرتی ہے چونکہ آج کل سارا دار و مدار اعتباری پر یا کاغذی سکہ پر ہو گیا ہے اور اعتباری ریاست ہی جاری کر سکتی ہے ریاست کی طرف سے اس کا مرکزی بنک ہی زر اعتباری جاری کرتا ہے۔ اس لیے ریاست ہی کو یہ طے کرنا پڑتا ہے کہ رزی پالیسی کیا ہو گی مالیات کے بارے میں اس کا نقطہ نظر کیا ہو گا کسی طرح اور کس انداز سے وہ اس پالیسی کو چلائے گی کب اور کتنا زر جاری کرے گی کتنے زر مبادلہ کے ذخائر اپنے پالیسی رکھے گی ان زر مبادلہ کے ذخائر میں کتنے ہوں گے جو اندرون ملک رکھے جائیں گے کتنے ہوں گے جو سرمایہ کاری کی غرض سے یا دوسرے اہم مقاصد کے لیے بیرون ملک رکھے جائیں گے یہ کام افراد کے کرنے کا نہیں ہے یہ کام ریاست ہی کرے گی۔

ابن خلدون کے فکر کے اثرات کے امکانات یہ ہیں کہ معیشت وتجارت میں ریاست کا کردار اس طرح ہونا چاہیے کہ تجارت میں حکومت دخل اندازی کرتی ہے۔ عام تاجر کو تجارت نہیں کرنے دی جاتی تو اس معیشت وتجارت میں نقصانات کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

ابن خلدون فرماتے ہیں:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

اس میں کوئی شک نہیں کہ تجارت میں بادشاہ کے ہاتھ ڈالنے سے اہل ملک برباد و خستہ حال ہوتے ہیں اور پھر سلطنت کا دامن بھی بربادی سے نہیں بچ سکتا کیونکہ ہمارے لوگوں کو تجارت کا نفع نہیں رہے گا تو انکی معاشی حالت بری طرح گر جائے گی خرچ ہی خرچ رہے گا آمدنی نہیں ہوگی تو پھر ان کی حالت تباہ و برباد ہوگی۔ جب ملک میں بسنے والے تباہ ہوئے تو سلطنت کی کہاں خبر۔(40)

صنعت

عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ص۔ن۔ع ہے صنع یقنع صنعاً سے مشق لفظ صسفۃ کا لغوی معنی ہے کوئی چیز بنانا یا ایجاد کرنا۔(41)

امام راغب،اصفہانی،(۵۰۲ھ/۱۱۰۸ء) لکھتے ہیں:

صفت صنعہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ص ن ع ت ہے صنع یقنع صنگا سے مشتق لفظ صنعۃ کا لغوی معنی ہے۔کوئی چیز بنانا یا ایجاد کرنا

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الصنع: اجادہ الفصل فکل صنع فعل و لیس کل فعل صنعا ولا ینسب الی الحیوانات و الجمادات کی ینسب الیھا الفصل۔
" صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ "(42)

الصنع کے معنی کسی کام کو کمال مہارت سے اچھی طرح کرنے کے ہیں اس لیے ہر صنع کو فعل تو کہہ سکتے ہیں مگر ہر فعل کو ضع نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی نقط فتل کی طرح حیوانات اور جمادات کے لیے بولا جاسکتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔(یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو حکمت و تدبر کے ساتھ مضبوط و مستحکم بنا رکھا ہے
۔

صنعت شریعت کی روشنی میں

قرآن مجید میں متعدد جا ر صنعت کا ذکر کیا گیا ہے

ارشاد ربانی ہے:

" وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا"(43)

" اور تم ہمارے حکم کے مطابق ہمارے سامنے ایک کشتی بناؤ"

" فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا"(44)

" پھر ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم کے مطابق ایک کشتی بناؤ"

"وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُم مِّن بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنتُمْ شَاكِرُونَ"(45)

" اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو تمہارے لئے زِرہ بنانے کا فن سکھایا تھا تاکہ وہ تمہاری لڑائی میں تمہیں ضرر سے بچائے، تو کیا تم شکر گزار ہو"

" صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ"(46)

" اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو (حکمت و تدبیر کے ساتھ) مضبوط و مستحکم بنا رکھا ہے۔"

" وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ"(47)

" ہم نے ان (عالیشان محلات) کو تباہ و برباد کر دیا جو فرعون اور اس کی قوم نے بنا رکھے تھے اور ان چنائیوں (اور باغات) کو بھی جنہیں وہ بلندیوں پر چڑھاتے تھے"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

"عن سھل ان النبی ﷺ ارسل الی امرۃ من المھا جرین وکان لہ اغلام نجار قال لھا: مری عبدک فلیھل لنا اعواد المنبر مامرت عبدھا فذ ھب فقطع من الطرفاء فضع لہ منبرً افلما قضاہ ارسلت الی النبی ﷺ انہ قضاہ قال ﷺ اسلی بہ ابی فجاء وابہ فاحنملہ النبی ﷺ فو ضعہ جھت ترون "(48)

"حضرت سہل روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مہاجر خاتون کے پاس بھیجا اس عورت کا غلام بڑھی تھا اس سے آپ ﷺ فرمایا کہ اپنے غلام سے ہمارے لئے کٹری کا ایک منبر بنانے کے لیے کہے اس نے اپنے غلام سے کہا وہ جاکر جھکاؤ کاٹ لایا اور اسی کا ایک منبر بنایا جب وہ منبر بنا چکا تو خاتون نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ منبر بن کر تیار ہے حضور ﷺ نے کہلوایا کہ اسے میرے پاس بھجوا دو لوگ اسے جب لائے تو حضور ﷺ نے بھی اسے اٹھایا اور جہاں تم اب دیکھ رہے ہو وہیں آپ نے اسے رکھا۔"

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کے بارے میں حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔

"وکانت ضاع البدين "(49)

صنعت تاریخ اسلام کی نظر میں

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ اکرم کا اقوام کی مفید صنعتیں سیکھنے پر اجماع رہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے غزوہ احزاب کے موقع پر حضرت سلمان فارسی کا خندق کھودنے کا مشورہ کشادہ دلی سے قبول فرمایا اسی طرح آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے غیر مسلم اقوام کے آلات ضرب کو اپنانے میں کس تامل اور تعصب سے کام نہیں لیا۔ مختلف غزوات کے اصول غنیمت میں حاصل ہونے والے مال اور اشیاء جب حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئیں تو آپ ﷺ نے ان کو مختلف اسلامی جنگوں میں استعمال کروایا سب سے پہلا دبابہ ٹینک جو اسلام میں بنایا گیا تھا یہ وہی دبانہ ٹینک تھا جو طائف میں استعمال کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔

الکتانی،13821305ھ لکھتے ہیں

"اول دبابۃ صنعت فی الاسلام دبابۃ صنعت علی الطائف حسین حاصر ھا رسول الله "(50)

اسلام میں سب سے پہلا ٹینک جو بنایا گیا وہی ٹینک تھا جو اس وقت بنایا گیا تھا جب حضور ﷺ نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا تھا اسی طرح طائف نے محاصرے میں منجنیق کو بھی حضور نبی اکرم ﷺ نے استعمال فرمایا تھا الکتانی 1305-1382ھ میں لکھتے ہیں:

"اول من رمی بالمنجیق رسول اھل الطائف ھل نفر من اصحاب رسول الله تحت دبا بۃ ثم رجعوا بھا الی جدار الطائف لیحرقوہ "(51)

"سب سے پہلے حضور ﷺ نے طائف والوں کے خلاف استعمال فرمایا کہ حضور ﷺ کے چند صحابی ایک ٹیک میں داخل ہو کر طائف کی دیوار تک پہنچے تاکہ اس کو آگ لگادیں۔"

اس کے بعد صنعت وحرمت کے شعبے میں نئی نئی ایجادات کا سلسلہ جاری رہا مسلمانوں نے فن تعمیر میں گراں قدر ترقی کی مساجد کی تعمیر میں محراب منبر گنبد جنگی مقاصد کے لیے خندقیں اور پناہ گاہیں وغیرہ مسلمانوں کی صنعت شاقہ اور صنعت گری میں اعلی مثالوں کی آئینہ دار ہیں اور اس کی الحمراء پیلس (Alhomna palace) مسجد قرطبہ مصر کے ڈیم وغیرہ اسلامی طرز تعمر کی عمدہ مثالیں اس کے علاوہ مسلمانوں نے فنی مہارت حاصل کی جس کے نمونے آج بھی اسلامی تاریخی عمارات میں ملتے ہیں عہد خلافت راشدہ ہو یا بنوامیہ و عباسی حکومت مسلمانوں نے ہر دور میں صنعت وحرمت میں بے مثال ترقی کی۔

سرامک انڈسٹری، سیمنٹ کی صنعت شیشہ سازی چمڑ کی صنعت ظروف سازی پارچہ بانی(Textule) غرض صنعت کے ہر شعبہ میں مسلمانوں نے نہ صرف گراں قدر مہارت حاصل کی بلکہ اسے ترقی کی اعلی مثال سے ہمکنار بھی کیا صنعت میں مسلمانوں کی دلچسپی کا سلسلہ جاری ہے سلاطین اور مغل بادشاہ نے قلعے، مساجد، باغات بنوائے جن میں اعلیٰ درجے کی صناعی، پچی کاری رنگوں کی آمیزش اور فن تعمیر کے اعلی اور حیران کن اصول اپنی مثال آپ ہیں دور جدید میں بھی مسلم ممالک میں کثیر المنزلہ عمارتیں پلازے جدید گھر کارپیڈ سڑکیں، تجری دہوائی جہازوں کی تیاری آبی ذخائر کے لیے ڈیم آٹو موبائیکز ٹیکسٹائل کھاد و دیگر مشینری اور دیوبکل کارخانوں وغیرہ کا وجود ان کے صنعت سے گہرے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

صنعت کی ضرورت واہمیت

عصر حاضر کے امیر اور ترقی یافتہ ممالک کی تاریخ کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کی ترقی کا زیادہ تر سہرا صنعتی ترقی کے سر ہے گویا ان کی ترقی و خوشحالی کی صنعتی ترقی کا زیادہ رول ہے نہ صرف مغربی ممالک بلکہ وہ شاندار ترقی جو تاٹوان دیوایا جاپان کی تگ کانگ ملائیشیاء وغیرہ میں ہوئی ہے اس کو صنعتی ترقی کی مرہون مثبت قرار دیا جاتا ہے اس طرح یہ حقیقت ہیں الا قوامی سچائی(Universty tusth)بن کر سامنے آئی ہے کہ کسی بھی ملک کی صنعتی ترقی اس کی معاشی ترقی ہیں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت کی حامل ہوتی ہے۔ گویا اسے معاشی خوشحالی کی کنجی بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔ صنعت کی اہمیت کا اندازہ درذیل حقائق سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جو ملک صنعتی ترقی میں دلچسپی لے درج ذیل مثبت نتائج سامنے آنا شروع ہو جائیں گے۔

1. معاشی استحکام کا آغاز(Beginning of Economic Development)
2. برآمدت میں اضافہ(In crease in expects)
3. قومی آمدنی میں اضافہ(increase in national in come)
4. حکومت کی آمدنی میں اضافہ(in case in galt Revenuse)
5. بچتوں اور سرمایہ کاری میں اضافہ(incase in Savings and investments)
6. سماجی برائیوں میں کمی(Decrease in Social eils)
7. ملک میں امن وامان(Deace, salvation and security in the country)
8. زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ(incase in foreijy Reseves)
9. غیر ملکی قرضوں سے نجات(Relief from foreign debts)
10. ملک دفاعی لحاظ سے مضبوط(Surety of comuity defemce)
11. روزگار میں اضافہ(in crease in emplay ment)
12. زرعی ترقی(Agnicultenal Development)

ابن خلدون کے فکر کے اثرات کے امکانات یہ ہیں کہ صنعت میں مستقل مزاجی سے صنعت کام کیا جائے صنعت کو ترقی کے لیے عرصہ درکار ہے ہوتا ہے اگر محنت کوشش وصبر سے صنعت کا کام کیا جائے بہتر اثرات کے امکانات ہو سکتے ہیں۔

ابن خلدون فرماتے ہیں:

صنعتوں کی رفتار اپنے تکمیں مدارج میں اور بھی دھمی ہوتی ہے اسی لیے یہ ترقی تک پہنچنے میں ایک عرصہ لے لیتی ہیں۔([52])

حاصل کلام

عصر حاضر میں ابن خلدون کی فکر سے استفادہ کے مثبت امکانات موجود ہیں ابن خلدون کے نزدیک معیشت کی بنیادی چیزیں یہ ہیں:

1. زراعت
2. صنعت
3. تجارت

قرآن وحدیث میں ان تینوں کا ذکر کیا گیا ہے کسی ملک کی ترقی و تنزلی میں ان تینوں کا اہم کردار ہے حضرت آدم علیہ السلام وابراہیم اور حضرت محمد ﷺ نے کاشکاری کی صنعتی شعبے کی معاشی ترقی میں بڑی اہمیت ہے جیسا کہ قومی آمدنی میں اضافہ روزگار میں اضافہ زرعی شعبہ کی ترقی ادائیگیوں کے توازن کی اصلاح درآمدات کا نعم البدل، دفاعی ضرویات میں خود کفالتی، لوگوں کے نظریہ حیات میں تبدیلی، منڈی کی وسعت عالمی معاشی حیثیت میں اضافہ معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ بچت اور سرمایہ کاری میں اضافہ حکومت کی آمدنی میں اضافہ وغیرہ پاکستان کی صنعتی پسماندگی کے کئی چند چیزیں یہ ہیں تاریخی اسباب و معاشی اسباب، جغرافیائی اور معاشرتی اسباب وسیاسی اسباب وغیرہ۔

دور جدید میں تجارت زبردست اہمیت کی حامل بن چکی ہے یہ کسی بھی معاشی نظام کی کامیابی اور ترقی و برتری کی آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ معاشی بہبود اور خود کفالت کی ضامن بھی بن گئی ہے جن ممالک نے تجارت کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی وہ غربت اور افلاس بے روزگاری قرض اور معاشی استحصال کے شکنجے میں پھنسے پڑے ہیں آج اگر تجارتی امور میں اسلامی اصولوں کو لیا جائے تو دنیا میں تجارتی لوٹ گھسوٹ، سود، احتکار دولت، مصنوعی کساد بازاری، ذخیرہ اندوزی، ملاوٹ، اشیاء کی قلت اور مہنگائی جیسی معاشی برائیاں ختم کی جاسکتی ہیں جیسے کہ حقوق اللہ کی پاسداری باہمی تعاون، باہمی رضامندی، خوش گفتاری، وعدو کی پاسداری وغیرہ اور جن کو اپنانے سے منع کیا گیا ہے جیسے قسمیں کھانا، حرام اشیاء کی تجارت اور دھوکہ دہی، بیع پر بیع کرنا، اشیاء کی غیر موجودگی میں بیع کرنا قرض کی قرض سے بیع، باطل اقسام البیوع سے اجتناب وغیرہ۔

مصادر مراجع

[1] غازی، محمود احمد،(۲۰۱۷ء)، محاضرات معیشت و تجارت،لاہور، الفصیل ناشر و تاجران کتب اردو بازار، ص:۱۲۳

[2] الشمس،۹۱:۸

[3] عبدالحمد، میاں محمد،(۲۰۰۷ء)،اسلامی معاشیات،لاہور، علمی کتب خانہ اردو بازار، ص:۷۶

[4] ابن حضر عسقلانی،احمد بن محمد بن علی بن احمد،(1981ء)، کنانی،(773-852ھ)، فتح الباری، دار النشر الکتب السلامیہ،لاہور، ج :9،ص:111،رقم4778

[5] الجمعہ،۶۲:۱۰

[6] العنکبوت،۲۹:۱۷

[7] طبرانی، سلمان بن احمد بن مطیر اللخمی(،۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)،المعجم الکبیر، بیروت لبنان، دار الکتاب العربی، رقم ۹۹۹۳،ج:۱۰، ص:۷۴

[8] ابویعلی،احمد بن علی بن مثنی بن یحیی بن عیسی بن بلال،(۱۴۰۴ھ)۲۱۰۔۳۰۷ھ،۸۲۵۔۹۱۹ءالمسند، دمشق،شام، دار المامون لتراث، رقم ۶۲۳۹،ج:۷، ص:۳۴۷

[9] شعرانی، عبدالوھاب بن احمد عل بن احمد بن محمد بن موسی،(۸۹۸۔۹۷۳ھ/۱۴۹۳۔۱۵۶۵ء)، کشف الغمہ، بیروت لبنان، دار الکتاب العربی، ج:۲، ص:۳

[10] البقرۃ،۲:۱۶۸

[11] الاعراف،۷:۱۵۷

[12] سعد حسن، مولانا، خاں،(س۔ن)، مقدمہ ابن خلدون، کراچی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم، ص:۳۷۵

[13] اللیل،8:92 -11

[14] الاعراف،31:7

[15] ترمذی، ابوعیسی بن سورہ بن موسی،(۲۱۰۔۲۷۹ھ/۸۲۵۔۸۹۶ء)، السنن، البر والصلۃ، باب ماجا، بیروت، لبنان، دار العرب الاسلامی، رقم ۱۹۶۶، ج:۴، ص:۳۴۳

[16] بنی اسرائیل،۱۷:۲۶۔۲۷

[17] آلوسی محمود بن عبداللہ حسینی،(۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ/۱۸۰۲۔۱۸۵۴ء)، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی

[18] طبرانی، المعجم، الاوسط، رقم ۶۷۴۴، ج:۷، ص:۲۵

[19] مقدمہ ابن خلددون، مترجم، ص:۳۹۵

[20] سعد حسن خاں،(س۔ن)، مقدمہ ابن خلدون، کراچی، میر کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ، ص:۳۸۰

[21] الجمعہ،۱۰:۶۲

[22] فی طلال القرآن،16:14

[23] احمد بن حنبل، ابو عبداللہ محمد(241-461ھ)، المسند، المکتۃ السلامی، بیروت، لبنان، ج:4، ص:197، رقم17763

[24] مقدمہ ابن خلدون، مترجم مولانا سعد حسن خان،(س۔ن)، میر کتب خانہ، مرکز علم وادب، آرام باغ کراچی، ص:380

[25] ھود،۱۱:۸۵

[26] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد،(۱۴۰۵ھ)، المسند علی الصحیحین، بیروت لبنان، دار الکتب العلمیہ، ۱۰۱۴۔۲:۶۵۲،۹۳۳، رقم ۴۴۱۶

27حاکم المسند علی الصحیحین، ۲: ۴۵۶، رقم ۴۱۶۵

28سرخی، امام شمس، (م ۴۸۳ھ)، کتاب المبوط، بیروت لبنان، دارالمعرفہ، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء، ج: ۲، ص: ۲۲

29سعد حسین خان، (۷۳۳ھ تا ۸۰۸ھ)، ابن خلدون، کراچی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم ادب، ص: ۳۷۵

30الانعام، ۶: ۱۴۲

31النحل، ۱۶: ۱۱

32احمد بن حنبل ابو عبداللہ بن محمد، ۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)، المسند، بیروت لبنان، المکتب الاسلامی، رقم ۲۳۵۶۷، ج: ۵، ص: ۴۱۵

33ابن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن حارث، (۹۳۔۱۷۹ھ/۷۱۶۔۷۹۵ء)، الموطا کتاب الجھاد، بیروت، لبنان، داراحیار التراثً العربی، رقم ۹۶۵، ج: ۲، ص: ۴۴۷

34ابو یعلی، احمد بن علی بن، (۱۹۸۴). المثنی الموصولی، مسند، دمشق، شام، دارالمامون لبتراث، رقم ۴۳۱۴

35قاضی، ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، (۱۱۳۔۱۸۲ھ) کتاب الخراج، بیروت، لبنان، دارالمعرفہ، ص: ۱۲۹

36دہلوی، شاہ ولی اللہ، محدث، (۱۱۱۴۔۱۱۷۶ھ)، حجۃ اللہ البالغۃ، لاہور، المکتبہ السلفیہ پاکستان، ج: ۲، ص: ۱۰۵

37جزیری، عبدالرحمن، (۱۲۹۹۔۱۳۲۰ھ / ۱۸۸۲۔۱۹۴۱ء)، الفقہ علی مذاہب الاربعۃ، بیروت لبنان، دارحیاء التراث العربی، ج: ۳، ص: ۱۲

38مقدمہ ابن خلدون، مترجم سعد حسن خان، (س۔ن)، ابن خلدون، میر محمد کتب خانہ، مرکز و علم وادب، آرام باغ کراچی، ص: 375

39غازی، محمود احمد، (۲۰۱۷ء)، معیشت و تجارت، لاہور، تاجران کتب اردو بازار، ص: ۱۵۱

40سید حسین خان، (۸۳۳ھ تا ۸۰۸ھ)، کراچی، میر محمد کتب خانہ، ص: ۳۸۰

41ابن خلدون، ص: ۳۸۸

42راغب اصفہانی المفردات الفاظ القرآن، ص: 493

43ھود، 37:11

44المومنون، 27:23

45الانبیاء، 80:21

46النمل، 88:27

47الاعراف، 137:7

48بخاری الصحیح، ج: 2، ص: 908، رقم 2430

49ابن ماجہ السنن، ج: 1، ص: 587، رقم 1835

50الکتانی، محمد عبدالحہ، بن عبدالکبیر بن محمد الحسن الادریسی، 1305-1386ھ/1888-1926ء) نظام الحکومۃ البنویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ، بیروت لبنان، دارالکت العلمیہ، ج: 1، ص: 375

51کتانی، لتراتیب، الاداراتیۃ، ج: 1، ص: 357

52مترجم مولانا سعد حسن خان تاریخ مقدمہ ابن خلدون از ابن خلدون میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی، ص: 391